ایک اور جگہ فرماتے ھیں کہ مسلمان وہ ہے جو خدا کے سوا ھر شے سے بے نیاز ھو اور اس کی ذات دنیا کیلئے خیروبرکت کا سرچشمہ ھو۔ وہ اپنا رزق کمینوں کے ہاتھوں سے لینا قبول نہ کرے۔ ایک جگہ عرفان نفس اور خود آگاھی کی تلقین کرتے ھوئے فرماتے ھیں کہ فرد اس لئے فرد ہے کہ اس نے اپنی ھستی کو پہچان کر پیام مصطفیٰ کے مطابق تمام باطل خداؤں کو چھوڑ دیا۔

مسلم استی بے نیاز از غیر شو
اھل عالم را سراپا خیر شو
رزق خود را از کف دوناں مگیر
یوسف استی خویش را ارزاں مگیر
از پیام مصطفیٰ آگاہ شو
فارغ از ارباب دون اللہ شو

اقبال کے نزدیک اللہ کا ڈر ھر قسم کے خوف سے انسان کو مبرا کر دیتا ہے۔ نفسیات کا علم اور تجربہ بھی یہی بتاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں جنگ و جدال جبرو استبداد ، طاقت کی نمائش اور دوسرں کا استحصال ڈر اور خوف ھی کا شاخسانہ ہے۔ طاقتور کے ھاتھوں کمزور کا پسنا ۔ جدید خیالات و تصورات کو دبا دینے کا رجحان ۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال و دولت کو قانونی تحفظ دینا ۔ اھل ثروت کا دوسروں کے مقابلہ میں ھر لحاظ سے تفوق ۔ قوموں کے درمیان اسلحہ کی دوڑ اور اس قسم کے دیگر منفی رجحانات سے صاف طور پر عیاں ہے کہ موجودہ دور کے رگ و ریشے میں خوف و بیم ، حسد اور جلن ، بغض و عناد ، خوشامد اور جھوٹ کا زھر سرایت کر چکا ہے۔

لابہ و مکاری و کین و دروغ
ایں ھمہ از خوف می گیرد فروغ

هر شر پنہاں کہ اندر قلب تست
اصل او بیم است اگر بینی درست

اقبال نفسیات کے علم اور فطرت انسانی کے رموز سے بخوبی واقف ہیں اسی لئے فرماتے ہیں تیری تعمیر جس مٹی سے کی گئی ہے اس میں محبت کے ساتھ خوف کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ خوف کا علاج یہ ہے کہ عصائے لااله سے اس کا قلع قمع کر دیا جائے۔

طرح تعمیر تو از گل ریختند
با محبت خوف را آمیختند
خوف دنیا خوف عقبیٰ خوف جاں
خوف آلام زمین و آسماں
حب مال و دولت و حب وطن
حب خویش و اقربا وحب زن
تا عصائے لااله داری بدست
هر طلسم خوف را خواهی شکست

توحید کا عقیدہ انسان کے اخلاق و کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کے اثر سے ڈر اور خوف کے جذبات مفقود ہو جاتے ہیں اور طبیعت میں دلیری اور شجاعت کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اب دیکھنا یہ ہے کہ اقبال معاشرہ کے افراد کے لئے اخلاقی طور پر کن امور کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ اقبال ایک منظم معاشرہ میں افراد کے باہمی احترام اور حسن سلوک کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر باہمی رواداری کا جذبہ موجود نہ ہو تو ظاہر ہے تصادم اور

ٹکراؤ کی صورتیں پیدا ہوں گی ۔ اپنی خودی کی حفاظت کے ساتھ دوسروں کی خودی کا احترام ایک لازمی امر ہے۔ معاشرہ کے دیگر افراد کی آراء، عقائد ، افکار و خیالات یا باہمی اختلافات کو اگر گوارا نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم معاشرے کو ارتقا کی بجائے شکستگی سے ہمکنار کر رہے ہیں ۔ بال جبریل میں وہ بنی نوع انسان کی محبت کا درس دیتے ہیں جو حق پسندی سے پروان چڑھتی ہے۔

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر میرا نہ دلی نہ صفاہاں نہ سمرقند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی نا خوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
مشکل ہے کہ اک بندہ حق بین و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے کوہ دماوند

اقبال کے نزدیک روا داری کو کمزوری پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ صلاحیت بھی طاقت و قوت سے جنم لیتی ہے۔ دوسروں کے عقائد اور آراء کے احترام کے ساتھ اپنے عقائد سے گہری وابستگی بھی لازمی ہے۔ بنیادی طور پر اقبال رواداری کو سچی انسانیت اور مذہب کی اعلیٰ روح سمجھتے ہیں ۔ وہ کافر و مومن سب کو خدا ہی کی مخلوق سمجھتے ہیں اور حرف بد کو زبان پر لانا گناہ سے کم نہیں جانتے ۔

دیں سراپا سوختن اندر طلب
انتہائش عشق و آغازش ادب
حرف بد را بر لب آوردن خطاست
کافر و مومن ہمہ خلقِ خداست
بندہ عشق از خدا گیرد طریق
می شود برکافر و مومن شفیق

آدمیت احتـــرام آدمی
بـا خبـــر شو از مقـــام آدمی

اقبال سیرت و کردار کی نشوونما کے لئے فقریا استغنا کو نہایت ضروری سمجھتے ھیں ور مادہ پرستی کے رجحان کو تنقیدی نظر سے دیکھتے ھیں ۔ جس کے باعث انسان کی نظر سے علی مقاصد اوجھل ھو جاتے ھیں اور اخلاقی ترقی مفقود ھو جاتی ہے ۔ انسان کو دنیوی مال و سباب سے بے تعلقی کا رویہ اختیار کرنا چاھئیے ۔ اسی کا نام «فقر» ہے ۔ فقر سے بلند اخلاقی دروں کا فروغ ھوتا ہے اور انسان ھـــر قسم کی برائی سے محفوظ رھتا ہے ۔

خـدا کے پاک بنـدوں کـو حکومـت میـں غـلامـی میں
زرہ کوئـی اگـــر محفـوظ رکھتـی ہے تـو استغنـــاء

فقر کا یہ مطلب ھرگز نہیں کہ انسان کمزوری و بزدلی کا نشان بن جائے ۔ اور بنیادی حقوق تک سے دستبردار ھو جائے ۔ اس جگہ اقبال قرآن مجید کی ھدایت کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کرتے ھیں۔ «ولا تنس نصیبک من الدنیا ۔» «اور دنیا میں سے اپنا حصہ لینا مت بھولو»۔ اقبال کی نظر میں دولت و ثروت اور طاقت و قوت کی وجہ سے جو کجروی پیدا ھوتی ہے فقر اسکے خلاف مدافعت کا رجحان پیدا کرتا ہے ورنہ اکثر مردان حق اندیش اور اھل نظر بھی دوسروں کیلئے نقصان کا باعث بن جاتے ھیں ۔ کثرت نعمت و تعیش سے سوز و گداز ، ھمدردی اور محبت کے جذبات و احساسات ناپید ھو جاتے ھیں ۔

گرچـہ باشـی از خـــداونـدانِ ده
فقـــر را از کف مده از کف مـده
اے بســا مـرد حق انـدیش و بصیر
مـی شود از کثـرت نعمـت ضـــریـر
کثـرت نعمـت گـداز از دل بـــرد
نـاز مـی آرد نیـاز از دل بـــرد

گزشتہ اوراق میں جو معروضات پیش کی گئیں ان سے اقبال کے نظریہ اخلاق و کردار کا ایک مجمل سا خاکہ سامنے آ جاتا ہے ۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے «مرد مومن» وہ ہے جو پنی انفرادیت کو اپنے ماحول میں مستحکم اور توانا رکھتا ہے ۔ وہ اللہ تعالی کے معین کردہ

مقاصد کے حصول میں کوشاں رہتا ہے اور تسخیر کائنات کا مشن بھی جاری رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خود کو دنیا کی آلائشوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ عزت نفس اسے مہم جوئی اور جرأت مندی بخشتی ہے۔ رواداری اور دوسروں کے حقوق کی نگہداشت ایسے امور ہیں جن کی طرف وہ برابر اپنی توجہ کو مبذول رکھتا ہے۔ ایک جگہ اقبال مرد مومن کا خاکہ یوں کھینچتے ہیں ۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز
خاکی و نوری نہاد ، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز

آخر میں ایک نہایت ہی اہم سوال جو اقبال کے قارئین کو دعوت فکر دیتا ہے یہ ہے کہ اخلاق و کردار کا وہ آئیڈیل جو اقبال نے ہمیں دیا ہے کیا وہ انسان کی دسترس میں ہے۔ کیا اس تک رسائی یا اس کا حصول ممکن بھی ہے۔ انسانی کمزوریاں بھی تو سد راہ بنتی ہیں ۔ پھر اخلاق و کردار کے اس بلند نصب العین کو حاصل کرنا کیسے ممکن ہو ؟

اس سوال کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ آئیڈیل بہر حال ایک منزل ہے جو یقیناً بلند ترین حیثیت کی حامل ہے۔ آئیڈیل کا حصول اتنا سہل نہیں تاہم اس کے حصول کی مخلصانہ جدو جہد سے ہمارے کردار کی راہ ضرور متعین ہوتی ہے۔ آئیڈیل تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش میں ہم جو کچھ حاصل کرتے ہیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب ہم اپنا موازنہ کسی ایسے شخص سے کریں جو آئیڈیل سے محروم ہو۔ اس میں اخلاقی ترقی اور کردار کی بہتری کے آثار ضرور ملتے ہیں۔ اخلاقی اور روحانی آئیڈیل ایک نہایت ہی متحرک قوت ہے جس نے نہ صرف افراد کے اخلاق و کردار کی اصلاح کی ہے بلکہ قوموں کی زندگی میں بھی انقلاب برپا کیا ہے۔ اس سلسلے میں اہل عرب کی فکری اور عملی قوتوں کی نشوونما جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی اخلاقی ہدایات و تعلیمات کے

آئیڈیل کے زیر اثر ہوئی اس کی ایک روشن مثال ہے۔ آنحضور نے اسلام کے پیروؤں کے سامنے سیرت و کردار کا جو آئیڈیل پیش کیا ہم اس تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکیں لیکن اس آئیڈیل تک پہنچنے کی کوشش میں ایک سچا پیرو جو کچھ پا لیتا ہے وہ بھی کم نہیں۔ یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئیے کہ سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے اقبال جو نسخہ تجویز کرتے ھیں وہ ان کی اپنی ایجاد نہیں۔ مقصد اور طریق کار دونوں میں انہوں نے اس ہستی کو سامنے رکھا ہے جس کی ذات ہر بات میں ہمارے لئے نمونہ اور مثال ہے۔

کتـــا بیـــات

کلیات اقبال فارسی۔

کلیات اقبال اردو

جاوید نامہ ص ۱۸۳ ۔ ۱۸۵

اسرار خودی ص ۳۸ ۔ ۳۹ ۔ ۵۰ ۔ ۵۱

اسرار خودی ص ٦٥ ۔ ٦٦

ضرب کلیم ص ۳۹

اسرار خودی ص ٦٢ ۔ ٦٣ ۔ ٦۴

اسرار خودی ص ۷

زبور عجم ص ۱۲۳

رموز بے خودی ص ۱۵۸ ۔ ۱۵۹ ۔ ۱٦۱

رموز بے خودی ص ۹٦

اسرار خودی ص ۳۲

بال جبریل ص ۵٦ ۔ ۵۷

بال جبریل ص ۲۱

جاوید نامہ ص ۲۰۵

بال جبریل ص ۲۳

جاوید نامہ ص ۲۰٦

بال جبریل ص ۹۷۰

* * * * *